محمد عبدالقدیر صدیقی

مسئلہ عدمِ نسخِ قرآن

نَسَخَ الشَّیْئَ یَنْسَخہ نسخاً ازالہ اس نے شے کو زائل کر دیا۔ یُقَالُ نَسَخَتِ الشمسُ الظِلَّ والشیبُ الشباب ای ازالہ دھوپ نے سائے کو بڑھاپے نے جوانی کو زائل کر دیا۔ ونسخت الریح آثار الدار غیّرتہا ہوا نے گھر کے آثار کو، کھنڈر کو متغیر کر دیا۔ و فلانُ الشیئَ ابطلہ اور فلاں نے اس شے کو باطل کر دیا۔ واقام شیئاً آخر مقامہ اور ایک دوسری شے کو اس کی جگہ قائم کر دیا۔

قرآن شریف کی آیتوں اور احکام کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، قرآن شریف کے تمام ادیان و ملل اور جاہل اقوام کے رسوم و عادات و احکام کے ناسخ ہوئے ہیں، ان میں تغیر پیدا کرنے میں نہ ہم کو نہ کسی اور کو کوئی اختلاف ہے۔ ان مفسرین کے اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض کے پاس آیات احکام میں سے آدھے ناسخ و منسوخ ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ابن العربی نے اس کی تعداد کو گھٹایا۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی نے منسوخ آیتوں کی تعداد (۲۱) تک مانی۔ حضرت شیخ احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ نے صرف (۴-۵) تک مانی۔ میرے خیال میں قرآن کا کوئی حکم کوئی آیت منسوخ نہیں۔ شاہ صاحب نے ان (۲۱) آیتوں کے نسخ کے جو جوابات دیئے ہیں ان کی تفصیلی شرح میں نے ایک مستقل رسالہ میں کی ہے۔ اس موقع پر صرف غلط فہمی کے اسباب مجمل طور پر بیان کر دوں گا۔ اور ان پانچ آیتوں کو بھی نسخ کے جھگڑے سے نکال لوں گا، جن کو شاہ صاحب بھی منسوخ ماننے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح ان کے

علمی خاندان کا ایک شخص ان کے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیگا۔ واللہ الحمد۔

قدیم زمانے میں نسخ کے معنی تغیر کے لئے جاتے تھے۔ پہلی آیت کے حکم میں کچھ بھی تغیر دیکھنے کو کہہ دیتے کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے۔

اصول فقہ میں، پہلی آیت کے حکم کو باطل کرنا، اور اس کے عوض دوسرا حکم قائم کرنا نسخ ہے اور اس وقت عامۃ الناس، نسخ کے یہی معنی لیتے ہیں۔

اس کے بعد واضح ہو کہ مفسرین کے اس قدر کثیر التعداد آیتوں کے منسوخ ماننے کے کیا اسباب ہوئے؟

(۱) قرآن شریف سے زمانۂ جاہلیت کے رسوم و عادات یا سابقہ مذاہب کے حکم موقوف کر دیئے گئے ہوں یا ان میں تغیر کر دیا گیا ہو تو سابقین کہدیتے ہیں کہ یہ آیت ناسخ ہے مگر غور کیجئے کہ یہ آیت کیا کسی آیت و حکم قرآنی کی بھی ناسخ ہے؟ ہرگز نہیں ہمارے زیر بحث تو آیات و احکام قرآنی کی منسوخیت ہے نہ کہ سابقہ رسوم و عادات اور احکام کا منسوخ ہونا۔

(۲) بعض وقت ایک عام حکم دیا جاتا ہے اور خاص حالات پر خاص حکم دیا جاتا ہے۔ اگر عام حکم کے ساتھ ہی وہ خاص حکم ہو تو اس کو استثناء کہتے ہیں اور اگر کسی دوسرے موقع پر خاص حکم دیا جائے تو اس کو تخصیص کہتے ہیں، استثناء اور تخصیص کو عام حکم کا ناسخ کہنا درست نہیں، تعزیرات ہند و دکن کے شروع میں مستثنیات عامہ بیان کئے گئے ہیں تو کیا اس سے تمام تعزیرات کا ایک قانونِ منسوخ شدہ ہونا پڑے گا؟ ہرگز نہیں والعصر انّ الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا سے ان الانسان لفی خسر کا حکم منسوخ ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔

(۳) قوانین، مختص المقام بھی ہوتے ہیں۔ اور مختص الوقت بھی۔ وقت گذرنے کے بعد وہ وقتی حکم باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اتنے ہی وقت کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا۔ نہ کہ وہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ مثلاً چار روز کے لئے کرفیو آرڈر جاری ہوا تھا۔ مدت گزرنے کے بعد وہ حکم باقی نہیں رہا۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ درست نہیں بلکہ ختم مدت کی وجہ سے وہ حکم باقی نہ رہا۔ اب میں عدم نسخ پر ایک اہم آیت کو پیش کرتا ہوں جو اس مسئلہ پر نہایت روشنی ڈالے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لمآ اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ، قال ء اقررتم و اخذتم علی ذالکم اصری، قالوا اقررنا۔ یاد

کر جب ہم نے تمام پیغمبروں کا عہد لیا تھا ہم نے تمھیں کتاب وحکمت عطا فرمائی ہے پھر تمھارے پاس ایک رسول آئے جو تمھارے پاس جو کتاب ہے اس کی تصدیق کرتا ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ اور اس کی نصرت و مدد کرو پھر ارشاد الٰہی ہوا کیا تم نے اس کا اقرار کرلیا اور اس کا ذمہ لیا؟ سب نے عرض کیا بے شک ہم نے اقرار کرلیا۔

ذرا اس آیت پر غور فرمایئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء کے ادیان وقتی تھے، جب خاتم النبیین معبوث ہوئے تو اُن کا وقت ختم ہوگیا۔ اس تحقیق پر تمام انبیاء کے ادیان بھی منسوخ نہیں ہوئے بلکہ ان کا وقت نہ رہا اس لئے وہ احکام بھی باقی نہ رہے۔

(۴) بعض دفعہ ایک دائمی حکم دینا مقصود ہوتا ہے مگر عمل یا اجتناب میں آہستہ آہستہ سختی بڑھائی جاتی ہے یہاں تک کہ حکم مقصود پر عمل کرنے کی لوگوں میں قابلیت پیدا ہوجائے یہ کمال حسن تعلیم و تربیت ہے ہمارے خیال میں ان ابتدائی مراحل کو منسوخ نہ کہنا چاہیئے بلکہ اصل حکم کا توطیہ وتمہید سمجھنا چاہیئے۔ اصل مقصود وہ حکم سمجھا جائے گا جو ہمیشہ کے لئے دیا جائے گا۔ مثلاً شراب دفعتہً حرام نہیں کی گئی پہلے کہا گیا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ یعنی شراب پیئے ہوئے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ پھر کئی مرحلوں کے بعد شراب حرام کی گئی پس، لا تقربوا الصلوٰة کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ وہ حرمت شراب کا مقدمہ اور تمہید تھا۔

ایک تاریخی واقعہ ہے کہ روسی لوگ بت پرست تھے۔ ان کا ایک وفد تحقیق مذہب کے لئے جب قسطنطنیہ پہنچا تو مذہب اسلام ان کو پسند آیا۔ نواہی میں شراب پینا بھی تھا۔ روسی وفد نے کہا کہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں بغیر شراب کے ہم آرام سے رہ نہیں سکتے، علماء نے ترک شراب پر شد ومد سے تاکید کی جس کا نتیجہ روسیوں کا نصرانی ہوجانا تھا اگر کفر کے مقابل نشہ سے خاموش ہوجاتے۔ بڑے شر کے مقابل چھوٹے شر کو اختیار کرلیتے تو اتنی بڑی قوم اسلام کے ہاتھ سے نہ نکل جاتی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی دفعہ میں شراب کو حرام کردیتا مگر نہیں اس نے بمراحل رفتہ رفتہ اس کو حرام فرمایا۔ علماء اسلام کو بھی چاہیئے کہ نومسلموں کو پہلے توحید کی پھر دوسرے اہم ارکان کی تعلیم دیں پھر رفتہ رفتہ ایک ایک حکم کا پابند بنائیں۔ ابھی غریب مسلمان ہوا، اس کا ختنہ بھی کروا ڈالا، فرض نمازوں کی ساتھ سنتوں کی بھی تاکید کی۔ روزوں کے ساتھ تراویح بھی لگا دی۔ ان سب کاموں کی پابندی آہستہ آہستہ کروائی جائے۔ فرض کے برابر سنن ونوافل کو اہمیت نہ دی جائے غریب نومسلم پر اللہ رحم کریں۔

(۵) پیغمبر کا حکم فرض بھی ہوتا ہے اور مباح کی بھی اجازت دی جاتی ہے۔ پہلے ایک حکم فرض ہی کیوں سمجھا جائے کہ بعد اس کی منسوخیت کو ماننا پڑے۔ یا یوں سمجھو کہ بعض احکام قانونی ہوتے ہیں اور بعض احکام اخلاقی۔ اخلاقی حکم کو قانونی ہی کیوں مانا جائے کہ اس کی منسوخیت لازم آئے۔ اخلاقی قانون کی خلاف ورزی پر قانون گرفت نہیں کرتا۔

(۶) بعض وقت ایک جملے کے دو معنی ہوتے ہیں۔ متکلم کا ایک مقصد رہتا ہے اور لوگ اس کے ایک جدا معنے سمجھتے ہیں۔ متکلم دوبارہ صاف الفاظ میں اپنے مقصد کو ظاہر کرتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ حالانکہ پہلا اور دوسرا حکم دونوں ایک ہیں لوگوں کے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے۔

(۷) بعض دفعہ ایک خاص واقعہ میں حکم دیا جاتا ہے اور قید اتفاقی رہتی ہے ایک دوسرے جملے میں وہ قید اتفاقی نہیں رہتی بلکہ عام حکم رہتا ہے جو مقصود و مدار حکم ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ مقید حکم منسوخ ہوگیا۔

(۸) بعض دفعہ ایک امر کے متعلق ایک حکم دیا جاتا ہے اور لوگ اس امر پہ دوسرے امور کو قیاس کرکے اس حکم کو متعدی کرتے ہیں حالانکہ امر اول میں خصوصیات ہوتے ہیں جن کی بنا پر حکم دیا گیا ہے اور وہ حکم دوسروں کے لئے متعدی نہیں ہو سکتا۔ لہذا امر اول پر جو قیاسات کئے جا رہے ہیں ان کے خلاف حکم دیا جاتا ہے۔ اس طرح ان کے قیاسات غلط اور قیاس مع الفارق ثابت کئے جاتے ہیں اور لوگ ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔

(۹) لوگ سمجھتے ہیں کہ مدنی آیتوں سے جو غلبہ اسلام کے زمانہ میں اتریں کی آیتیں منسوخ کردی گئیں۔ ذرا کوئی غور کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کا دین ایک مخصوص زمانے کے لئے نہیں ہے قیامت تک رہنے والا ہے کیا مسلمان ہمیشہ غلبہ میں رہے یا غلبہ میں ہیں۔ کیا تمام ممالک کے مسلمانوں کی ایک ہی حالت ہے؟ ہرگز نہیں ترکوں اور افغانوں کی مدنی حالت ہے۔ عراق و شام و فلسطین والوں کی اور اب تو ایران کی بھی کی حالت ہے ہر ایک کے لئے اس کے مناسب آیت و حکم قرآن ہے حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا۔ لہذا کی آیتیں بھی منسوخ نہیں بلکہ مدینہ والوں کے مناسب حال نہیں۔ کیا مدینے میں جب آیت سیف اتری تو کہ والوں نے ان پر عمل کیا؟ کیا اس آیت پر عمل نہ کرنے سے وہ سب عاصی تھے ہرگز نہیں زمانہ گردش کرتا رہتا ہے۔ بعض مدنی آیتوں پر عمل کرنا اصولی آیتوں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے خلاف ہوتا ہے پس کی آیتیں اپنے مقام پر بحال

ہیں اور مدنی اپنے مقام پر۔

اب میں پہلے ان دو اہم آیتوں کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے مسئلہ ناسخ و منسوخ کے سمجھنے میں فائدہ ہوگا قال اللہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا۔ لفظ آیت کے معنی ہیں نشانی یا علامت اور کلام اللہ کا ایک فقرہ بھی ہے۔ لوگ اس آیت شریف کے معنے لیتے ہیں۔ ہم کسی آیت قرآنی کو منسوخ نہیں کرتے یا بھلا نہیں دیتے مگر اس سے بہتر آیت قرآنی یا اس کے مثل آیت لاتے ہیں۔

محل غور یہ ہے کہ قرآن تو بوعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون محفوظ ہے ابتداء سے اب تک لاکھوں حافظ چلے آرہے ہیں پھر کب اور کون سی آیت بھلائی گئی؟ قرآن شریف کی ایک آیت سے بہتر دوسری آیت لانے کے معنے سمجھنا بھی بالکل نامناسب ہے لہذا اس کے صحیح معنے ہمارے خیال میں یہ ہیں۔ ہم اپنے آثار قدرت، اپنی نشانیاں اگر دور کرتے یا متغیر کرتے ہیں یا امتداد زمانہ کی وجہ سے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر دوسری نشانی لاتے ہیں۔ دیکھو آثار قدرت کے تازہ بہ تازہ جلوؤں کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس ترجمہ پر کوئی غبار نہیں۔ یہ آیت مسئلہ ناسخ و منسوخ کی اصل ہے۔ جان ہے۔ قرآن شریف کو دیکھئے کہ آیت بمعنی آثار قدرت اور نشانی سے بھرا پڑا ہے لنریہ من آیاتنا سنریہم من آیاتنا فات بایۃ ان فی السموات والارض لآیۃ للمومنین وفی الارض آیات للموقنین۔

ابن حزم ظاہری، ثبوت نسخ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا گذر ایک قاضی کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس قاضی سے سوال فرمایا کہ کیا تم ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرتے اور سمجھتے ہو؟ قاضی نے کہا جی نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی تم نے ہلاک کیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ قدیم محاورے میں نسخ کے معنی تغیر کے تھے جیسا کہ بیان کیا گیا پس حضرت علی کے ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ کیا تم ان آیات کو جانتے ہو جس سے کسی عام آیت کی تخصیص ہوتی ہو یا اس سے چند لوگ مستثنیٰ ہیں؟

آیت دوم کافروں کی سورت میں ہے لکم دینکم ولی دین۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل یا ایہا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔ اس کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ تم کو تمہارا مذہب

مبارک - ہم کو ہمارا مذہب مبارک نہ تم ہم کو تبلیغ کرو نہ ہم تم کو تبلیغ کرتے ہیں - عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود - اور پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آیت سیف سے منسوخ ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام تو ہمیشہ تبلیغی مذہب رہا اور رہے گا - اسلام میں بلغ ما انزل الیک ہے یا ایھا المدثر قم فانذر ہے اسلام میں عدم تبلیغ کا حکم کبھی نہیں دیا گیا -

دیکھئے دین کے معنی اگر جزا کے لئے جائیں تو کوئی خرابی پیدا ہی نہ ہوگی ، مالک یوم الدین کے معنی مالک روز جزا کے ہیں لہذا لکم دینکم ولی دین کے معنے یہ ہیں کہ تم کو تمھارے اعمال کی جزا اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا ضرور ملے گی - یہ حکم نہ کبھی منسوخ ہوا ہے نہ کبھی ہوگا پورے سورے کے معنے ہیں: اے پیغمبر تم کہدو اے منکرو تم جن کی پوجا کرتے ہو میں ان کی پوجا نہیں کرتا اور میں جس کی عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت نہیں کرتے - میرا طریقہ عبادت جدا ہے تمھاری پوجا کا طریقہ علیحدہ ہے تم کو تمھارے اعمال کی سزا ضرور ملے گی اور مجھ کو میرے اعمال کی جزا ضرور ملے گی -

اب میں ان آیتوں سے بحث کرتا ہوں جن کو حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی منسوخ ماننے پر مجبور ہوئے -

(۱) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین فرض کیا گیا ہے تم پر جب تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آجائے اگر کچھ مال چھوڑے ، وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر، یہ حکم پرہیزگاروں پر لازم ہے

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حدیث لا وصیۃ لوارث سے منسوخ ہے میں عرض کرتا ہوں کہ بھلا قرآن شریف کی آیت اس خبر آحاد سے کیونکر منسوخ ہوگی لہذ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم (اللہ تم کو اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے) سے یہ آیت منسوخ ہے اور حدیث لا وصیۃ لوارث اس نسخ کو بیان کرتی ہے میں عرض کرتا ہوں کہ اصل یہ ہے کہ مختلف اقوام میں ترکہ کے متعلق مختلف احکام اور وصیتیں ہوتی ہیں بعض کے پاس مرنے والا جس کے لئے جو وصیت کرے قابل نفاذ ہے بعض کے پاس صرف بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے بعض کے پاس ترکہ میں عورتوں کو کچھ حصہ نہیں ملتا اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ تکلیفیں اٹھا کر جنتے پالنے والے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ بالکل محروم نہیں ہو سکتے ان کے متعلق کچھ نہ کچھ وصیت کرنی ضرور ہے گویا کہ یہ آیت آیت توریث کی تمہید ہے پھر خدائے تعالیٰ سب کے حصے مقرر فرماتا ہے غیر وارث قرابتدار مثلاً پوتا جس کا باپ مرگیا ہو

بیٹے کے ہوتے محروم ہے۔ نواسہ یا نواسی جس کی ماں مرگئی ہو، بیٹی کے ہوتے محروم ہے ان کے لئے اور دیگر امور خیر کے لئے باپ بھی ثلث مال سے وصیت کرسکتا ہے مگر جن کے حصے اللہ نے مقرر کئے ہیں ان کے لئے مرنے والوں کو وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ کی بحث ہی کیا ہے۔ ایک آیت میں بعض رشتہ داروں کی اہمیت جتلائی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں ان کے حصے خود اللہ تعالیٰ نے متعین فرمادیئے ہیں۔

(۲) ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا، اگر تم میں بیس صابر سپاہی ہوں تو وہ اپنے سے دہ گنے کافر دو سو پر غالب ہو جائیں گے۔ اگر تم میں سے سو ہوں تو ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے بعد کی آیت یہ ہے: الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور جان لیا کہ تم میں ضعف ہے اب اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے۔

میرے خیال میں پہلی آیت کے مخاطب وہ لوگ تھے جو فن سپاہ گری میں ماہر تھے، ذاتی شجاعت میں ممتاز تھے، دل میں جوش ایمان تھا، خدا پر اعتماد تھا، اس طرح ان میں ہر طرح کی قدرت تھی اور دوسری آیت کے مخاطب بعد کے لوگ تھے، سابقین کا ایمان، ان کی شجاعت، ان کی فن سپاہ گری بعد کے لوگوں میں کہاں تھی۔ لہذا بجائے دہ چند کے دو چند سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ آیت کا دارومدار ضعف و قوت پر ہے۔ اگر اب بھی دس مسلمان مشین گن اور بندوق سے مسلح ہوں اور سو دشمن تلوار اور لٹ لے کر حملہ کر رہے ہوں تو اس صورت میں مسلمان قوی ہیں اور ان کو سو دشمنوں سے لڑنے سے ہرگز منہ نہ پھیرنا چاہیئے۔ علت کے بدلنے سے حکم بدل رہا ہے۔ اعلیٰ قوت کے وقت دہ گنوں سے کم قوت کے وقت دشمن سے نہ بھاگنا چاہیئے پس ناسخ منسوخ کی بحث ہی کب رہتی ہے۔

(۳) انفروا خفافا وثقالا جنگ کو نکل کھڑے ہو خواہ ہلکے پھلکے ہوں یا گراں بار لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت آیت لیس علی الاعمی حرج اور لیس علی الضعفاء سے منسوخ ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مراد خفافا سے یہ ہے کہ ضروریات جہاد مثلاً سواری، خادمین، سامان خورد و نوش کی مقدار کم از کم

الولی حیدر آباد

موجود ہو اور ثقالا سے مراد یہ کہ اشیاء وافر ہوں اب نسخ نہیں رہا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ انفروا کے مخاطب عام ہیں ان سے معذورین مستثنیٰ ہیں اور استثناء نسخ نہیں ہوسکتا۔

(۴) الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زانٍ او مشرکٌ و حرم ذالک علی المومنین: زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ کو نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک اور یہ تو حرام ہے ایمانداروں پر۔

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت آیتِ وانکحوا الایامی منکم (نکاح کر دو بے خاوند عورتوں کو) سے منسوخ ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد نے اس کے ظاہری معنی پر حکم دیا یعنی زناکار عورت سے مرد متقی کا نکاح حرام ہے بلکہ زانی یا مشرک اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ مسلم عورت چاہے زانیہ ہی کیوں نہ ہو مشرک اس سے نکاح نہیں کرسکتا، شاہ صاحب فرماتے ہیں اور دوسرے ائمہ کے پاس اس کے یہ معنی ہیں کہ مرتکب کبیرہ زانیہ ہی کا کفو ہوسکتا ہے یعنی متقی عورت کا کفو زناکار مرد نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا تو رشتہ داروں کو نکاح فسخ کرا دینے کا حق ہے کیونکہ اس سے ان کے خاندان کو ذلت ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ زانی سے نکاح کرنا مستحب نہیں ہے (حرم کے معنے مستحب نہیں کرنا کچھ دل کو نہیں لگتا) شاہ صاحب فرماتے ذالک کا اشارہ زنا اور شرک کی طرف ہے نہ کہ نکاح کی طرف۔ اس تاویل پر نکاح زیر بحث ہی نہیں رہتا۔ فقیر کے خیال میں اس آیت سے کوئی حکم نہیں دیا گیا بلکہ ظاہر کیا گیا کہ طبعی طور پر بدکار مرد بدکار عورت کی طرف ہی توجہ کرتا ہے اگر حکم امتناعی ہوتا تو نہی ہوتی اور لا ینکح آخر کے جزم کے ساتھ ہوتا، مگر قرآن شریف میں تو لا ینکح بضمہ آخر ہے نیز جو عورت تائب ہوجائے وہ لمن لا ذنب لہ میں داخل ہوجاتی ہے اور اس آیت کے مصداق سے نکل جاتی ہے۔ ہاں ایسی صورت سے جو اس پیشہ کو چھوڑنا نہیں چاہتی نکاح درست نہیں۔ کیونکہ یہ نکاح قلتبانی ہوگا۔ نعوذ باللہ یا نکاح کے لغوی معنے لیں یعنے جماع۔ پس معنے یہ ہوں گے کہ بدکار عورت سے ناجائز تعلقات بدکار مرد یا مشرک رکھ سکتا ہے ایمانداروں کے پاس وہ بدکاری حرام ہے اس وقت ذالک کا اشارہ زنا کی طرف ہوگا۔

(۵) یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ذالک خیر لکم واطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفورٌ رحیم: اے ایماندارو! جب تم سرگوشی کرنا

چاہو رسول سے تو اس سرگوشی سے پہلے مسلمانوں کی کچھ مالی مدد کرو۔ خیر خیرات کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے پاک تر ہے۔ اگر تم نادار ہو دینے کے لئے کچھ نہیں پاتے تو اللہ غفور رحیم ہے

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اس آیت سے خیرات کی فرضیت کب نکلتی ہے اس میں تو خیر لکم واطہر ہے خیرات وطہارت صدقہ ناقابل نسخ ہے۔ اس میں یہ بھی تو ہے اگر تم نادار ہو تو اللہ غفور رحیم ہے حضرت کے زمانے میں بعض نادان اپنی عزت اور بڑھائی ثابت کرنے کو سرگوشی کیا کرتے اور بات کچھ اہم نہ ہوتی تو حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کی مالی امداد کرکے تو دکو پہلے ہمدرد مسلمین تو ثابت کرو۔ پھر پیغمبر سے سرگوشی کا ارادہ کرنا، پیسہ تو ہاتھ سے نہیں نکلتا اور راز کی باتیں پیغمبر کو سنانے کا دعوی۔ بعد کی آیت میں ہے کہ اگر پیسہ خیرات نہیں کرتے تو نماز زکوٰۃ وغیرہ نیک کاموں سے اپنے نیک ہونے کا ثبوت دو۔ پھر پیغمبر سے سرگوشی کرنا۔

صاحبو! اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کی تبلیغ کے متعلق فرمایا وقولا لہ قولا لینا یعنے فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو۔ اسی طرح حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: وجادلھم بالتی ھی احسن یعنے بہترین طریقہ سے منکرین سے مناظرہ کرو ان کو سمجھاؤ۔ ان مفسرین کے پاس آیت سیف یہ آیت اور ایسی آیتیں جو دشمنوں سے مراعاۃ وحسن کلام پر دلالت کرتی ہیں سب منسوخ ہیں۔ ان کو خیال کرنا چاہیئے کہ جنگ کا وقت اور ہوتا ہے اور تبلیغ وتعلیم کا وقت جدا حسن کلام وحسن سلوک کا حکم ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتا جنگ کرنا خلاف شرافت نہیں مگر بدگوئی بے شک خلاف تہذیب ہے۔ اسلام کو بدنام نہ کرو۔ اس کی تہذیب کو عیب نہ لگاؤ۔

اس سے زیادہ ظلم ان مفسرین کے پاس ایک اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض آیتیں تھیں تو قرآن کی مگر ان کے پڑھنے کا اب حکم نہیں اور ایسی آیت کو ثابت الحکم اور منسوخ التلاوت کہتے ہیں مثلاً الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھا یعنی بوڑھا بڑھیا زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو سنگسار کردو۔ محصن و محصنہ یعنے شادی شدہ کی سنگساری کا حکم سابقہ مذاہب میں تھا۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا کوئی تازہ حکم نہیں دیا۔ مگر غیر شادی شدہ کے لئے حکم جلد یعنے درے مارنے کا حکم دیا۔ الزانیۃ والزانی میں الف لام عہدی ہے اس سے غیر محصن وغیر محصنہ مراد ہیں۔ قرآن کے غیر محفوظ ہونے کا الزام یہود اور ابنائے یہود کے وساوس سے ہے اس چکر میں بعض سادہ دل علماء آجاتے ہیں۔ ذرا یہ بھی غور کرو شیخ کے معنے

بڈھے کے ہیں یا شادی شدہ کے ؟ جوان بھی شادی شدہ ہو سکتا ہے اور بوڑھا بھی غیر شادی شدہ ہو سکتا ہے ۔ پھر شیخ کے معنے شادی شدہ کے لینا زبردستی ہے اچھا شیخ کا مونث عجوز ہے یا شیخہ ۔ انا عجوز وھذا بعلی شیخا ۔ شیخۃ کا لفظ کسی شعر میں کسی کتاب میں نہیں ہیں اس کو قرآن شریف پر ظلم سمجھتا ہوں ۔ قرآن شریف متواتر ہے اس سے ایک لفظ زیادہ نہیں ۔ ایک لفظ کم نہیں ۔ فقیر کو قرآن مجید بروایت عاصم کوفی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے جو سب کے سب حفاظ تھے متواتر طریقہ پر پہنچا اس معتبر و متواتر روایت کے خلاف فقیر ایک لفظ بھی غیر متواتر، آحاد کا سننا نہیں چاہتا ۔ قرآن شریف کو ناقابل اعتبار بنانے کے لئے منافقوں نے یہ فتنے پیدا کئے مگر کوئی ان سے پوچھے کہ ایک روایت کی تو تصحیح کرو ۔ متواتر تو کجا خبر آحاد سے بھی قرآن کے خلاف ایک حکم کا ثبوت ممکن نہیں قرآن شریف محفوظ ہے ابتدا سے اب تک ۔ حفاظ اور قراء اس کے تواتر کی حفاظت کرتے ہیں اس متواتر کے مقابلہ میں کوئی روایت کوئی دعویٰ ناقابل اعتناء ہے جس کی خدا حفاظت کرے اس میں کسی کی مقدور نہیں کہ کچھ تحریف کر سکے

اللہ تعالیٰ ان وسائس اور ان وساوس سے مسلمانوں کو بچائے ۔ آمین